

## خوفناک لمحے

نوشاد عادل

جیسے ہی فراز کی نظریں عارف انکل پر پڑیں تو وہ دھک سے رہ گیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہو گئے، جب کہ عارف انکل کھل اٹھے تھے۔ فراز کے چچا جان واجد صاحب بھی مسکراتے ہوئے ان کی جانب بڑھے اور بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

”اس بار کافی عرصے بعد آنا ہوا ہے تمہارا؟“ عارف انکل نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے واجد انکل سے شکایتی لہجے میں کہا۔

واجد کے چچا جان ان کے برابر سونے پر بیٹھتے ہوئے بولے: ”مصرفیات ہی جان نہیں چھوڑتیں۔ آج کل کچھ فرصت ہے، اس لیے تمہارے پاس چلا آیا۔“

پھر انھوں نے فراز کو دیکھا، جواب تک کھڑا تھا۔ انھوں نے کہا: ”ارے بھئی فراز! یہ ہیں میرے سب سے اچھے دوست، جن کا میں اکثر ذکر کرتا رہتا ہوں۔“

فراز ان کی بات پر یوں چونکا جیسے نیند سے جاگا ہو۔ چند لمحے کے لیے وہ تھوڑا گڑبڑا گیا پھر بولا: ”معاف کیجیے گا عارف انکل! آداب۔“

عارف انکل نے پوچھا: ”کہاں کھو گئے تھے۔ اس عمر میں تو تمہیں بالکل چاق چو بند ہونا چاہیے۔ واجد نے بتایا تھا کہ تمہیں بھی شکار سے دل چسپی ہے۔“

فراز سامنے والے سونے پر بیٹھتے ہوئے بولا: ”جی ہاں۔“

عارف انکل نے کہا: ”شکاری کو تو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔“

فراز دوبارہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولا: ”جی ہاں۔“ اس

کی نظریں واجد انکل پر تھیں، جن کی ایک ٹانگ ران سے کٹی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن پر مختلف سوچیں سوار ہونے لگیں۔ فراز کو شکار اور جنگلی مہمات کا شوق تھا۔ عارف انکل بڑے شکاری تھے اور وہ فراز کے چچا واجد کے گہرے دوست تھے۔ واجد چچا نے بھی ان کے ساتھ کئی بار شکار کھیلے تھے۔ عارف انکل ایک بہادر اور اچھے شکاری تھے۔ انھیں حکومت کی جانب سے شکار کھیلنے کا اجازت نامہ ملا ہوا تھا۔ واجد چچا اکثر ان کے قصے سنایا کرتے تھے، مگر انھوں نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ وہ ایک ٹانگ سے معذور ہیں۔ فراز کا خیال تھا کہ عارف انکل صحت مند اور لمبے چوڑے قسم کے انسان ہوں گے، مگر انھیں دیکھ کر وہ سخت حیران ہوا تھا۔ وہ لمبے چوڑے جسم کے مالک تو تھے، مگر اس کے ساتھ ایک ٹانگ سے معذور بھی تھے۔ یہی بات فراز کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی کہ ایک معذور شخص کیسے شکاری ہو سکتا ہے؟ ضرور اس کی کوئی وجہ ہوگی۔

میز پر ملازم نے رات کا کھانا لگا دیا تھا۔ واجد چچا اور عارف انکل اس دوران باتوں میں مصروف رہے تھے۔ باتوں باتوں میں دونوں نے مرغایوں کے شکار کا پروگرام بنالیا تھا، چوں کہ عارف انکل کا گھر دوسرے شہر میں تھا، اس لیے فراز اور واجد چچا نے ان کے گھر ہی قیام کیا تھا۔ کھانے سے مکمل انصاف کرنے کے بعد واجد چچا نے اعلان کیا کہ سفر کی تھکن کے باعث انھیں نیند آرہی ہے، لہذا وہ سونے جا رہے ہیں۔ موقع جان کر فراز عارف انکل سے باتیں کرنے کے بہانے ٹھہر گیا۔

کچھ دیر بعد فراز نے پوچھا: ”میں نے چچا جان سے آپ کے کئی کارنامے سن رکھے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ آپ...“

عارف انکل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ”عالمِ باتم

میری ٹانگ کے متعلق پوچھنا چاہ رہے ہو۔ میں نے تمہارے بھی اچھا شکاری تھا۔

چہرے کے تاثرات سے بھانپ لیا تھا۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ ایک معذور شخص کیسے شکاری ہو سکتا ہے؟“

فرانز نے آہستہ سے سر ہلایا اور بولا: ”جی ہاں۔“

عارف انکل پھیکے انداز میں مسکرائے اور بولے: ”میں

نے زندگی میں بہت سی خطرناک جنگلی مہمات سر کی ہیں اور

دردوں کے شکار بھی کھیلے ہیں۔ میری یہ ٹانگ ایک شکاری مہم کی

بھینٹ چڑھ گئی تھی۔ وہ میری زندگی کا سب سے بڑا حادثہ تھا اور

سب سے خطرناک مہم بھی۔ اس کے علاوہ وہ آخری جنگلی مہم بھی

ثابت ہوئی تھی۔ اس کے بعد اب میں صرف واجد کے ساتھ کبھی

کبھار مرغابیوں کے شکار پر چلا جاتا ہوں۔“ یہاں تک بتا کر وہ

خاموش ہو گئے پھر کچھ دیر بعد دوبارہ بولے: ”تمہیں تو معلوم ہے

کہ شکار میرا شوق ہے۔ اپنے شوق کی خاطر میں نے دنیا کے بہت

سے جنگلات میں شکار کھیلے۔ خاص طور پر افریقا اور جنوبی امریکا کے

جنگلات شکار کے لحاظ سے دنیا کے موزوں ترین جنگلات میں شمار

ہوتے ہیں۔ میں نے ان جنگلات میں بھی اپنا شوق پورا کیا ہے۔

ایک بار میں نے جنوبی امریکا کا دورہ کیا۔ وہاں دنیا کے سب سے

بڑے دریا، دریاے امیزون کے ساتھ واقع جنگلات جنگلی حیات

کی نعمت سے مالا مال ہیں۔ میں نے وہاں چھوٹے قد کے اور بڑے

سینگوں والے بارہ گتھوں اور لال لومڑیوں کے شکار کا ارادہ کیا اور

جنگل کے کنارے واقع ریٹ ہاؤس میں جا ٹھیرا، جو سیاحوں اور

شکار کی غرض سے آنے والوں کے لیے مخصوص تھا۔ میں نے مقامی

لوگوں اور شکاریوں سے اس علاقے کے بارے میں معلومات

حاصل کیں۔ اس سلسلے میں مجھے ایک گائیڈ (مددگار) کی خدمات

بھی حاصل ہو گئیں۔ اس مقامی باشندے کا نام ”ڈیگو“ تھا، جو خود

ایک روز ڈیگو اور میں شکار کے مخصوص سامان سے لیس ہو

کر جنگل میں داخل ہو گئے۔ ہمارے پاس دو ہلکی رائفلوں کے ساتھ

ایک بھاری اور دور مار رائفل بھی تھی، جو ہم نے احتیاطاً رکھی تھی۔

کیوں کہ ہلکی رائفل چھوٹے موٹے جانوروں کو مار سکتی تھی، لیکن اگر

کسی درندے سے سامنا ہو جاتا تو صرف بھاری رائفل کام میں

آتی، جو بڑے جانوروں کو مارنے کے لیے ہی استعمال کی جاتی

تھی۔ ڈیگو نے مجھے بتایا کہ ہمارا سامنا لکڑ بگھے اور بھیڑیے سے ہو

سکتا ہے اور یہاں کے تیندوے شکار پر ایک دم حملہ کرتے ہیں اور

انہیں سنبھالنے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ دریاے امیزون کے قریب

پھیلی ہوئی ولد لیس بھی بہت خطرناک ہیں، جہاں بڑے بڑے

مگر مجھ ہر وقت شکار کی آس میں چھپے بیٹھے ہوتے ہیں۔

ہم صبح سویرے نکلے تھے اور دوپہر تک کافی دور نکل آئے

تھے، مگر اس دوران ہمیں اپنا مطلوبہ شکار تو کیا کوئی درندہ تک نظر نہیں

آیا۔ ایک جگہ ہم تھوڑا سا سناٹا بیٹھ گئے۔ ہوا میں خنکی تھی، اس کے

باوجود موسم خشک تھا۔ ڈیگو اپنے تھرماس سے پانی پینے کے بعد

بولا: ”ہمیں دریا کی طرف چلنا چاہیے۔ میرا خیال ہے ہمیں اپنا

شکار وہیں مل جائے گا۔“

مجھے اس جگہ کے بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں

تھیں، لہذا میں نے ہامی بھری اور ڈیگو کے ساتھ چل پڑا۔ کچھ دیر

بعد وہ چلتے چلتے اچانک رک گیا اور دبے دبے جوش کے ساتھ

بولا: ”وہ دیکھو! چھوٹے برنوں کا غول، وہ دریا کی جانب ہی

جار ہے ہیں۔“

مجھے بھی برنوں کا غول نظر آ رہا تھا۔ ہم دونوں ہلکی رائفلیں

سنبھالے آہستہ آہستہ اور احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنے لگے، لیکن

ہرن ہماری موجودگی کو بھانپ گئے اور وہ اچانک چوڑیاں بھرتے ہوئے بھاگنے لگے۔ میں نے ابھی رائفل لوڈ بھی نہیں کی تھی۔ ہم دونوں تیزی سے ان کا پیچھا کرنے لگے۔ ڈیگو نے مجھے خبردار کیا کہ میں دیکھ بھال کر قدم بڑھاؤں، کیوں کہ یہاں جگہ جگہ کھائیاں اور دلدلیں ہیں۔ میں نے ڈیگو سے دوسری سمت میں جانے کو کہا۔ اس طرح ہم ہرنوں پر دو اطراف سے نظر رکھ کر انھیں آسانی سے شکار کر سکتے تھے، ہرن اگر خوف زدہ ہو کر بھاگیں تو بہت دور جا کر دم لیتے ہیں، اس لیے میں تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور جوش ہی جوش میں ڈیگو کی ہدایت کفراموش کر بیٹھا۔

میں ابھی تھوڑا ہی آگے بڑھا تھا کہ اچانک میرا پیر پھسلا اور میں نرم گھاس پر ڈھلوان سے پھسلنے لگا، جسے میں دیکھ نہ سکا تھا۔ میں نے خود کو روکنے کی بہت کوشش کی، لیکن کام یاب نہ ہو سکا۔ اچانک ہی ڈھلوان میرے نیچے سے غائب ہو گیا اور میں نے اپنے

آپ کو خلا میں پایا۔ میں فضا میں ہاتھ پیر مارتا ہوا ایک کھائی میں جاگرا، جو جنگلی گھاس اور پانی کی بیلوں سے اتنی پر تھیں کہ اس کی سطح نظر نہیں آرہی تھی۔ نرم نرم بیلوں نے مجھے چوٹ لگنے سے بچالیا۔ یہ کھائی دلدلی مٹی سے لبریز تھی اور اس کی سطح میری رانوں تک تھی۔

میں ابھی سنبھلا بھی نہیں تھا کہ فوراً ہی مجھے ایک جانب ہلچل محسوس ہوئی۔ یہ دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے کہ میں ایک بڑے اور خوں خوار مگرچھ کے قریب ہی گر ا تھا۔ اس کا منہ دوسری جانب تھا۔ میں نے گھبرا کر کھائی کے کنارے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی، مگر کام یاب نہ ہو سکا، کیوں کہ میری ٹانگیں دلدلی جھاڑیوں اور بیلوں میں الجھ کر رہ گئی تھیں۔

یہ بڑی خطرناک صورت حال تھی۔ مگرچھ کسی آب و دوز کی طرح بڑی تیزی سے میری جانب بڑھ رہا تھا۔ مٹ سے اوپر صرف

اس کی آنکھیں اور لبوترے منہ کا کچھ حصہ نظر آ رہا تھا۔ میرے پاس اب اس سے مقابلہ کرنے کے علاوہ کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ بد قسمتی سے میرا شکاری چاقو پھسلنے کے دوران گر چکا تھا اور بھاری رائفل ڈیگو کے پاس رہ گئی تھی۔ یہ شکر تھا کہ ہلکی رائفل میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹی تھی، مگر مجھے اندازہ تھا کہ یہ ہلکی رائفل دیوبیکل مگرچھ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ فوراً ہی مجھے خیال آیا کہ ڈیگو مجھ سے زیادہ دور نہ ہوگا۔ چناں چہ میں اسے آواز دینے لگا۔ اس دوران میں مگرچھ کی طرف سے بھی غافل نہیں رہا، مگرچھ نے قریب آ کر اپنا سر اٹھایا تو میں جان سکا کہ وہ سبز رنگ کا مگرچھ تھا۔ دلدلی جھاڑیاں وغیرہ ہی اس کا مسکن تھیں۔ اس نے اپنا خوف ناک جبر اکھولا اور نوکیلے دانتوں سے مجھے دبوچنے کی کوشش کی، مگر میں تیزی سے ایک طرف ہوا اور گرتے گرتے رائفل سے فائر کر دیا۔ دھماکا بڑا تیز تھا، مگر افراتفری میں پہلا فائر خطا گیا۔

بھاری بھر کم مگرچھ کا منہ دلدل پر گرا۔ میں اپنے جسم کی پوری طاقت پیروں میں اکٹھی کرتے ہوئے کچھ قدم دور ہو گیا تھا۔ بلیں اور کائی وغیرہ میرے پکڑوں سے چپک گئی تھیں۔ میں نے رائفل لوڈ کرنی چاہی، مگر گھبراہٹ میں وہ لوڈ ہی نہ ہو سکی اور گولی اندر اٹک گئی۔ میرے روٹ گئے کھڑے ہو گئے۔ رائفل عین وقت پر دھوکا دے گئی تھی۔ ادھر مگرچھ نے دوسرا حملہ کیا۔ اس کے نچلے جبرے سے میرا شانہ ٹکرایا۔ مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے ہتھوڑے سے ضرب لگائی ہو۔ میں نے پوری قوت سے رائفل کا بٹ مگرچھ کے جبرے پر مارا۔ اس کے حلق سے تکلیف دہ آواز برآمد ہوئی۔ میں بھی جھٹکے سے الٹ کر گر پڑا۔ رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر

کنارے پر جا گری۔ اس بار مگرچھ سیدھا میرے اوپر آیا۔ نیچے گرتے وقت مگرچھ کا منہ جیسے ہی بند ہوا میں نے تیزی سے دونوں



بازوؤں سے اس کے منہ کے گرد حلقہ بنا کر جکڑ لیا۔ میں جانتا تھا کہ مگر مجھ اس طرح ہی قابو میں آتا ہے، لیکن وہ تملانا ہوا مجھے گھیسٹ کر دلدل میں لے جانے لگا۔ اس کی رفتار بڑی حیران کن حد تک تیز تھی۔ بیلوں کے درمیان وہ اپنے بھاری بھر کم جسم کے ساتھ بڑی پھرتی سے مجھے بھی کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنا لبوترامنہ چھڑانے کے لیے اس طرح چل رہا تھا کہ میرے لیے گرفت برقرار رکھنا بہت مشکل ہو رہا تھا اور سانس لینے میں بھی بہت دشواری پیش کر رہی تھی، لیکن مجھے آخری دم تک اپنی زندگی بچانے کی جدوجہد کرنی تھی۔ میں مگر مجھ سے کسی دلدلی جو تک کی طرح چمٹا ہوا تھا۔ وہ کسی طرح بھی دلدل سے اوپر نہیں آ رہا تھا۔ بچاؤ کی صرف ایک صورت تھی کہ مگر مجھ کس طرح دلدل کے کنارے تک پہنچ جائے، لیکن وہ دلدل میں ہی خود کو چھڑانے کے لیے الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ میرا جسم شل ہو گیا تھا اور حواس بھی آہستہ آہستہ جواب دینے لگے۔ اسی وقت قدرت نے مجھے بچاؤ کا ایک موقع فراہم کیا اور مگر مجھ دلدل کے کنارے پر آ گیا۔ میں اس کے منہ پر گرفت نہ رکھ سکا اور کئی قدم دور جا گرا۔ میں نے پھرتی سے اٹھنا چاہا تو مگر مجھ کی لہراتی ہوئی دم کا سرا میری کھوپڑی کو چھوتا ہوا گزر گیا۔ میں پکرا کر دوبارہ گر پڑا۔ میرے سر سے خون بہنے لگا تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے گردن گھما کر دیکھا، مگر مجھ شدید غصے میں بھرا ہوا میری جانب لپک رہا تھا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی، مگر درد کے مارے منہ سے تیز سسکی نکل گئی۔ شدید جھٹکوں کی وجہ سے میرے جسم کا ایک ایک جوڑ بل کر رہ گیا تھا۔ مجھے ایسا لگا کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے اور مگر مجھ کسی بھی لمحے مجھے تر نوالے کی طرح کھا جائے گا، لیکن میں نے فوراً ہی خود کو سنبھالا اور اللہ کو یاد کرتے ہوئے حوصلے سے کام لیا، کیوں کہ اس بات پر میرا پختہ یقین تھا کہ

مشکلات سے آخری دم تک لڑنا ہی بہاوی ہے۔ میں لیٹے لیٹے کھوم گیا۔ اب میری ٹانگوں کا رخ مگر مجھ کی طرف تھا۔ مگر مجھ نے جیسے ہی منہ پھاڑ کر حملہ کیا میں نے پوری قوت سے ایک لات اس کی تھوٹھنی پر جڑ دی پھر اسی تیزی سے دوسری لات ایک جڑے پر ماری۔ مگر مجھ کا منہ کھوم گیا، مگر فوراً ہی اس نے لپک کر میری ٹانگ دیو جلی۔

میری ٹانگ گھٹنوں سے بھی اوپر اس کے منہ میں چلی گئی۔ اس کے نوکیلے لمبے دانت میری ٹانگ میں بیوست ہوئے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے بہت سے تیز دھار نوکیلے چاقو میری ٹانگ میں گھس گئے ہوں۔ میری چیخیں جنگل میں گونج رہی تھیں۔ اسی وقت ڈیگو کی تیز آواز نے مجھ اپنی طرف متوجہ کیا۔ یقیناً وہ میری چیخیں سن کر ادھر چلا آیا تھا اور مجھے مگر مجھ سے جنگ کرتے دیکھ چکا تھا۔ مجھے بڑی رانفل کی سخت ضرورت تھی، مگر ڈیگو ابھی دور تھا۔ وہ جب تک میری مدد کے لیے نیچے پہنچتا تب تک مگر مجھ مجھے سالم نگل چکا ہوتا۔ میں تکلیف کی شدت سے ہاتھ ادھر ادھر پھینچ رہا تھا کہ اچانک میرا ایک ہاتھ کسی سخت چیز پر پڑا۔ میں نے اسے گرفت میں لے کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ میری ہی رانفل ہے جو جھٹکے کی وجہ سے میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری تھی۔ یقیناً یہ قدرت کی طرف سے میرے لیے مدد تھی۔ میں نے چلا تے ہوئے پوری قوت سے رانفل مگر مجھ کے لبوترامے منہ پر ماری۔

اس نے جیسے ہی اپنا جڑا کھولا میں نے رانفل سیدھی کرتے ہوئے اس کے حلق میں فائر کر دیا۔ مگر مجھ کے حلق سے تکلیف دہ غراہٹ نکلی اور وہ تڑپنے لگا۔ اس کے نوکیلے دانتوں نے میری ٹانگ کا قیمہ بنا دیا تھا۔ میں اپنے زخمی وجود کو گھیسٹ کر تڑپتے ہوئے مگر مجھ سے دور لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ سخت جان

مگر مجھ نے اپنے شکار کو بچ نکلتے دیکھا تو دوبارہ میری طرف بڑھنے لگا، لیکن اس بار اس کی رفتار دھیمی تھی۔ خون زیادہ بہ جانے کی وجہ سے مجھے چکر آ رہے تھے۔ میں کسی بھی لمحے بے ہوش ہو سکتا تھا۔ پھر میں نے ڈیگو کی آواز سنی۔ ساتھ ہی بڑی راتقل کا کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور میں بے ہوش ہو گیا۔

ہوش آنے پر میں نے اپنے آپ کو زخمی ٹانگ سے محروم پایا، لیکن میں نے نئی زندگی ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ ڈیگو نے مجھے بتایا کہ جب وہ مجھے کندھے پر ڈال کر کھائی سے اوپر لے جانے لگا تھا تو وہاں اور مگرچھ آ گئے تھے، لیکن وہ مجھے بچالانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس واقعے کی خبر آٹا فائنا پورے علاقے میں پھیل گئی اور لوگ مجھ سے ملنے اسپتال آنے لگے تھے۔ جب میں اسپتال سے رخصت ہو کر اپنے وطن واپس لوٹنے لگا تو ویل چیئر پر تھا۔ ڈیگو نے رخصت کرتے وقت مجھے تحفے میں اسی مگرچھ کی کھال دی تھی جسے میں نے زندگی اور موت کی جنگ کے بعد شکست دی تھی۔ یہاں تک بتا کر عارف انکل خاموش ہو گئے۔ فراز دم بہ خود سا بیٹھا یہ داستان سن رہا تھا۔ عارف انکل نے ٹھنڈی سانس لی اور دوبارہ بولے: ”وہاں کے مقامی لوگوں نے مجھے بتایا تھا کہ ان دلدلوں میں مگرچھ کے ہتھے چڑھ جانے والوں میں سے بہت کم انسان زندہ واپس آنے میں کامیاب ہوئے۔ میری قسمت تھی کہ میں بچ گیا۔“

عارف انکل کا سچا واقعہ سننے کے بعد فراز کو اس بات پر پکا یقین ہو گیا کہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے انسان ہمت کرے تو مشکل ترین حالات سے بھی نمٹ سکتا ہے۔  
ختم شد